مذاہب ثلاثہ کے درمیان مکالمہ

ضرورت، اہمیت اور اصول ومقاصد

پروفیسر ڈاکٹر سجاد علی استوری

شعبہ علوم اسلامی، وفاقی اردو یونیورسٹی

ABSTRACT

DIALOGUE AMONG THREE HEAVENLY RELIGIONS

NEED, IMPORTANCE, PRINCIPLES & OBJECTIVES

Throughout human history, it is a fact that man follows an ideology for his spiritual satisfaction. For that purpose, whatever he opts these ideas, these ideas and thoughts are named as religion. There are many schools of thought believe in the need and importance of religion. One of them does not believe in religion itself. But here we will base our discussion on the existence and importance of religion. Because, it's a fact that religion has its existence in any form and has impacts on human life. It's an undeniable truth that civilization forms in various dimensions due to religious thoughts and belongings. Professor Khursheed says, "The pillars of civilization is based on its principles, beliefs, norms and social institutions-all of these forms civilization". Sometimes there is a clash among different civilizations rooted in the different religious thoughts. Therefore, in this paper an attempt has

been done to explore the reasons of differences among these three (Jews, Christianity, Islam) heavenly religions while trying to its solution as well.

The dialogue among the heavenly religions is not aimed at producing unity at the cost of their uniqueness and fundamental believes. But to produce such an intellectual environment where a man can live with mutual understanding and unity among humanity. In this paper, it is investigated to explore principles and guideline for this unity. As we know that within these under discussion religions, there are differences on fundamental believes which produce schism in these religions. Samaritans and Karaim in Judaism, protestant and Catholics in Christianity and Shia and Sunni Sects in Islam are most prominent divisions.

The basic spirit of heavenly religions is to give the way for unity among believers (Ummat). Holy Quran on one side emphasized on the Muslim unity, "O believers, you are all brothers to each other " , at the same time it termed the whole humanity as an Ummat (Nation) and called for Human Unity , "All human beings are one Ummat ". As Quran gives importance among humanity how is it possible at the same time to give importance

for divisions instead of working for unity and closeness. Of course, unity shouldn't be based on religions but it should also be political and social as well. Religious harmony never could be achieved without economic and political stability in the society. So, efforts should be initiated for religious unity (preserving uniqueness and fundamental principles) to have positive effects on political and social spheres.

Dialogue among religions has a prom objective and that is to understand the reality. Today, if we talk on dialogue on Christianity and Judaism, one of the objectives is to make possible for the followers to understand other ideologies and truth and reality so that religious diversion could be minimized. Three religions are heavenly, so it is needed to highlight the commonalties to comprehend the source of reality among all these religions and to give them the message of Deen. It is the uniqueness of the Holy Prophet Muhammad's (P.B.U.H) tradition and fundamental characteristics of Islam to bring closer the different religions to each other and to give them the message of true Deen.

For the ultimate goal of well being of humanity through this dialogue, whatever efforts are needed

should be taken seriously. For that purpose the followers must be brought close to each other by highlighting the common human values, ethics and acceptance, so that human society be kept away from the way of division and destruction (this is also need for all religions of the world).

مکالمہ بین المذاہب دور حاضر کا ایک اہم موضوع ہے۔ دنیا کے موجودہ ناگفتہ بہ ح نے اس موضوع کی اہمیت میں اور اضافہ کیا ہے۔ اسی اہمیت کو پیش نظر رکھتے ہوئے، اس موض منتخب کیا گیا ہے۔ بین المذاہب مکالمہ کیوں ضروری ہے۔ الہامی مذاہب بالخصوص مذاہب ثلا مکالمہ کی بنیادیں کیا ہیں اور ان کے درمیان مکالمے میں کیا رکاوٹیں ہیں۔ ان تمام اہم مسائل موضوع میں سیر حاصل تحقیق کی گئی ہے۔

مکالمہ بین المذاہب اہم اور عمومی موضوع ہے۔ اس مقالے میں اس موضوع کو ثلاثہ (یہودیت، عیسائیت اور سلام) تک محدود کیا گیا ہے اس کی چند وجوہات ہیں۔

(۱/۱) الہامی مذاہب

یہودیت، عیسائیت اور اسلام تینوں الہامی مذاہب ہیں۔ یقیناً دیگر بہت سارے بھی الہامی ہوسکتے ہیں لیکن ان کے الہامی ہونے میں مختلف رائے پائی جاتی ہیں، یقینی طور پ الہامی قرار نہیں دیا جاسکتا ہے۔ لیکن مذاہب ثلاثہ کے الہامی ہونے کے ساتھ دین و مذہ بارے میں بعض بنیادی نظریات پر عمومی اتفاق پایا جاتا ہے۔ جس میں عقیدہ توحید، عقیدہ ر اور عقیدہ آخرت شامل ہیں۔ البتہ ان کی تشریحات وتعبیرات اور مصادیق میں شدید اختلافات جاتے ہیں۔ ان تینوں مذاہب میں نہ صرف مذہبی و دینی مماثلت پائی جاتی ہے بلکہ سیاسی طور ایک خاص قربت ان کے درمیان موجود ہے۔

(۲/۱) اہل کتاب

یہودیت، عیسائیت کے ماننے والوں کے لئے قرآن مجید نے ''اہل کتاب'' کی اد سے یاد کیا ہے۔ قرآن مجید نے انسانیت کے ساتھ میل جول رکھنے کے عمومی حکم کے ساتھ اہل

کے ساتھ تعلقات کا خصوصیت کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ مسلمان فقہاء اور علماء اہل کتاب کے ساتھ میل وجول، شادی بیاہ اور معاشرتی تعلقات کے حوالے سے خاص رعایت دیتے ہیں۔ اس بنیاد پر اس مقالے کو اہل کتاب تک ہی محدود کیا گیا ہے تاکہ الہامی تعلیمات میں مکالمے کی بنیادوں کو تلاش کیا جا سکے۔

(۱/۳) دنیا کی سیاست پر مذاہب ثلاثہ کا کردار

موضوع کو مذاہب ثلاثہ تک محدود کرنے کی ایک اہم وجہ یہ ہے، چونکہ عیسائیت اور اسلام دنیا کے سب سے بڑے مذاہب ہیں۔ دنیا کی تقریباً نصف سے زیادہ آبادی کا تعلق ان دونوں مذاہب سے ہے۔ یہودیت ایک الہامی مذہب ہے، اس کے ماننے والوں کا کردار دنیا کی سیاست اور انسانی معاملات میں سب سے کلیدی ہے۔ ان تینوں مذاہب میں نہ صرف مذہبی و دینی مماثلت پائی جاتی ہے بلکہ سیاسی طور پر بھی ایک خاص قربت، ان کے درمیان موجود ہے۔ کیونکہ عالم اسلام کے نظریاتی اور سیاسی تعلقات (منفی و مثبت) یورپ سے گہرے ہیں۔ یورپ کی اکثر آبادی کا تعلق بھی ان دونوں مذاہب سے ہے جبکہ اسلام یورپ میں سب سے تیزی سے پھیلنے والا مذہب ہے۔

(۱/۴) بین الاقوامی مذاہب

مذاہب ثلاثہ بلا کسی شبہ بین الاقوامی مذاہب ہیں۔ بالخصوص عیسائیت اور اسلام کے ماننے والوں اور اس پر عمل کرنے والوں میں ہر ذات، ہر نسل اور ہر ملک کے باشندے شامل ہیں۔ ہندومت یقیناً دنیا کا ایک قدیم اور بڑا مذہب ہے لیکن مختلف وجوہات کی وجہ سے ہر نسل اور ہر ملک سے تعلق رکھنے والے لوگوں نے اس کو اختیار نہیں کیا ہے۔ لیکن عیسائیت اور اسلام کے ماننے والوں کا تعلق دنیا کے ہر گوشے و کنار سے ہے۔

مذکورہ بالا وجوہات کی وجہ سے مکالمہ بین المذاہب کے موضوع کو مذاہب ثلاثہ تک محدود کر کے ان کے درمیان مکالمہ کی ضرورت پر گفتگو کرنا مناسب سمجھا گیا ہے۔ ورنہ دنیا میں جتنے بھی مذاہب موجود ہیں، ان سب کے درمیان مکالمہ کی ضرورت سے انکار نہیں کیا جا سکتا ہے۔

(۲) مکالمے کی ضرورت و اہمیت

مکالمہ کلام سے ماخوذ ہے۔ کلام کے متعدد مفاہیم بیان کئے جاتے ہیں۔ عربی ادب میں

کلام سے مراد ''مایفهم المخاطب'' وہ بات چیت جو متکلم کرے تو مخاطب کی سمجھ میں آجائے۔ اس معنی میں ''بات چیت'' کو کلام کہا جائے گا۔

ممکن ہے کہ مکالمہ علم کلام کے پس منظر میں بیان کیا جاتا ہو کیونکہ علم کلام میں بنیادی اور اصولی نظریات اور عقائد میں اختلافات اور اس سے متعلق مباحث شامل ہوتے ہیں۔ اسی لئے علم کلام کو عقائد کا علم بھی کہا جاتا ہے۔ علم کلام کا تاریخی پس منظر یہی ہے کہ مسلمان فرقوں کے درمیان بعض مشترکہ اور مسلمہ عقائد کی تشریح و توضیح میں شدید اختلافات پائے جاتے تھے، جس میں خدا کا مجسم ہونا، قرآن کی حیثیت، قضا و قدر، جبر و اختیار وغیرہ جیسے موضوعات پر مسلمان فرقوں کے درمیان بحثیں اور مناظرے ہوتے تھے۔ اگر مکالمہ بین المذاہب کو علم کلام کے تناظر میں سمجھا جائے تو یہی بات اجاگر ہوتی ہے کہ مذاہب کے درمیان جن بنیادی نظریات پر اختلافات ہیں، ان پر بات چیت کی جائے۔ اس لئے مکالمہ کو صرف جدید اور دور حاضر کے موضوعات تک محدود نہ کیا جائے بلکہ بنیادی عقائد اور نظریات کی توضیح اور تشریح پر بھی بات چیت کی جانی چاہئے۔ اگر مذاہب ثلاثہ کی بات کریں تو تینوں مذاہب میں تین بنیادی عقائد (توحید، رسالت، قیامت) پائے جاتے ہیں۔ لیکن تعبیر و تشریح میں شدید اختلافات پائے جاتے ہیں۔ لہٰذا ان بنیادی عقائد کی تعبیر و تشریح میں بھی مذاہب ثلاثہ کے درمیان مکالمہ ہونا چاہئے۔ تاکہ انسانیت کو الہامی تعلیمات کی طرف راغب کیا جاسکے۔ لیکن سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایسا کون کرے۔ اگر عام لکھنے والے اور سوچنے والے اس بات کو بیان کریں تو کیا کوئی قبول کرنے کے لئے تیار ہوگا۔ جب تک ادیان کے مسلمہ اداروں کے متولین کی طرف سے اس سلسلے میں لچک کا مظاہرہ نہ ہو۔ جب تک اہل مدرسہ و مسجد، اہل چرچ اور اہل یہود موروثی روش کو ترک کر کے الہامی عقائد پر مشترکہ لائحہ عمل طے کرنے پر تیار نہ ہوں الہامی علوم اور عقلی میدان میں ان مباحث کو طے نہ کریں تو بنی نوع انسان کو الہامی پیغامات اور تعلیمات سے مطمئن نہیں کیا جاسکے گا، بلکہ خود ان مذاہب کے اندر باغیانہ طرز فکر کے ساتھ مصلین پیدا ہوتے جائیں گے، جس سے ان مذاہب کے اتحاد و یگانگت کو بھی نقصان پہنچتا رہے گا۔ جس کی ماضی میں متعدد مثالیں موجود ہیں۔

بہرحال تمام تعبیرات کے ساتھ مذاہب کے درمیان گفتگو اور بات چیت کرنے کو مکالمہ بین المذاہب کہا جاتا ہے۔ جس کو انگریزی میں Interreligions dialogue

Interfaith or کہتے ہیں۔ جس کا مقصد مختلف مذاہب سے تعلق رکھنے والے لوگوں کے درمیان تعلقات ہموار کرنا ہے۔ یہ تعلقات انفرادی سطح سے لے کر مذاہب کے اداروں کے درمیان ہوسکتا ہے تا کہ لوگوں کے درمیان جو مشترکات اور مماثلات ہیں، ان کو اُجاگر کر کے دنیا میں امن و آشتی کو فروغ دیا جاسکے۔ مذاہب کے درمیان مکالمے کی ضرورت و اہمیت سے انکار کرنا ممکن نہیں ہے۔ اس لئے آج پوری دنیا میں یہ احساس اُجاگر ہونا شروع ہوا ہے کہ بدامنی، تہذیبوں کا ٹکراؤ، طاقتور قوموں کا چھوٹی اور کمزور اقوام کو زیر کرنا، ان کی منابع اقتصادیات پر قبضہ کرنا، غریبوں کی کمائی امیروں پر خرچ ہونا، ناانصافی، معاندانہ رویوں کا پرچار ہونا، ان سب باتوں کے خاتمے کے لئے انسانیت کو کسی ایک چارٹر پر اتفاق کرنا ہوگا۔ اس کے لئے دنیا میں موجود جتنے مذاہب ہیں، ان کو آپس میں بات چیت کرنی ہوگی۔ جب تک مذاہب میں مکالمہ نہیں ہوگا، تب تک مذاہب میں ہم آہنگی اور مختلف تہذیبوں کو تصادم سے نہیں روکا جاسکتا ہے۔

(1) "There will be no peace among the nations without peace among the religions. There will be no peace among the religions without dialogue among the religions"

(۳) مکالمے کے مقاصد

مذاہب ثلاثہ کے درمیان مکالمے سے ہمارا مقصد یہی ہے کہ انسانیت کی بہتری کے لئے جو بھی اقدامات ہو سکتے ہیں، ان اقدامات کو اُٹھایا جائے۔ تا کہ انسانیت باہمی رواداری، اتحاد واتفاق کے ساتھ زندگی گزار سکے اور زیادہ سے زیادہ انسانی معاشرے کو انتشار وافتراق سے دور رکھا جاسکے۔

الہامی مذاہب کے درمیان مکالمے کا مقصد کوئی نئے مذہب کی اختراع نہیں جس کو ''مکالمہ بین المذاہب'' یا کوئی اور نام دیا جائے۔ اور نہ ہی ایسا اتحاد اور وحدت پیدا کرنا مقصود ہے، جس میں الہامی مذاہب کے بنیادی نظریات سے صرف نظر کرتے ہوئے، ان کی اختلافی حیثیت کو ختم کیا جائے۔ بلکہ ایک ایسے ماحول وفکر کی تشکیل کرنا ہے، جس میں باہمی راواداری اور اتحاد انسانی کے ساتھ زندگی گزاری جاسکے اور مذاہب کے درمیان تعلقات استوار ہوسکیں۔ تاریخ انسانیت میں ایسا نہیں ہوا ہے کہ

کبھی پوری انسانیت ہر طرح کے نظریاتی اختلافات کو ختم کر کے کسی ایک نظریے پر جمع ہوئی ہو۔ لہٰذا مکالمے کا مقصد انسانیت کے درمیان موجود ہر طرح کے مختلف نظریات کی نفی کرتے ہوئے ایک نظریے پر یکجا کرنا نہیں بلکہ یہ بتانا مقصود ہے کہ اختلافات کو انتشار اور تصادم کا ذریعہ قرار نہ دیا جائے، مکالمہ اسی معنوں میں ہوتا ہے کہ اختلاف رکھنا ہر کسی کا حق ہے۔ انتشار پھیلانے کا حق کسی کو حاصل نہیں ہے۔

☆ مذاہب کے درمیان مکالمے کا بنیادی مقصد حقیقت کو تلاش کرنا اور اسے قبول کرنا بھی ہے۔

اگر مذاہب ثلاثہ کے درمیان مکالمے اس بنیاد پر ہوں کہ حقیقت کو ہر حال میں اُجاگر کیا جائیگا۔ تو یقیناً مکالمے کے نتائج سامنے آجائیں گے۔ مذاہب ثلاثہ الہامی مذاہب ہیں۔ اس لئے ان کی بنیادی تعلیمات من جانب اللہ ہیں۔ یقیناً من جانب اللہ تعلیمات ایک غیر متغیر حقیقت ہوا کرتی ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ تینوں مذاہب کے ماننے والے صحیح اور حقیقی الہامی تعلیمات پر اتفاق کرنے کوشش کریں تو یقیناً حقیقت کا ادراک ممکن ہو سکے گا۔ اسلام کے ابتدائی ایام میں جب اہل قریش نے مسلمانوں پر تشدد کیا تو مسلمانوں کے ایک گروہ نے سن ۵ ہجری میں بحکم رسول اللہ ﷺ حبشہ کی طرف ہجرت کیا۔ قریش نے مسلمانوں کی گرفتاری کے لئے نجاشی کے پاس ایک وفد بھیجا۔ نجاشی (اصحمہ) جو حبشہ کا ایک عیسائی بادشاہ تھا۔ انہوں نے قریش کے وفد اور مسلمانوں کے وفد سے مشترکہ مکالمے کا اہتمام کیا۔ (۲) اس مکالمے کے نتیجے میں حبشہ کے عیسائی سلطان کے سامنے اسلام کی حقیقت منکشف ہوئی تو نتیجتاً مسلمانوں اور عیسائیت میں ممکنہ ٹکراؤ ختم ہوا۔ آج کے دور میں اگر ہم عیسائیت سے مکالمے کی بات کر رہے ہیں تو اس کا ایک مقصد یہی ہے کہ دنیا کے دونوں بڑے مذاہب کے ماننے والے ایک دوسرے کے نظریات کو سمجھنے کی کوشش کریں تا کہ سچ اور حقیقت کا ادراک ہو سکے، جس سے مذہبی انتشار میں کمی واقع ہو سکے۔ مذاہب ثلاثہ Heavenly Religions ہیں اس لئے ان تینوں کے درمیان مشترکات کی اصل روح کو بیدار کر کے ان کے درمیان موجود منبع حقیقت کا ادراک حاصل کرنا ہے۔ رسول اکرم ﷺ کی سیرت طیبہ کا امتیاز اور دین اسلام کی بنیادی خصوصیت ہے کہ مختلف مذاہب کو ایک دوسرے سے قریب کر کے انہیں دین (حقیقت) کا پیغام پہنچایا جائے۔ رسول اللہ ﷺ نے سن ٦ ھ میں صلح حدیبیہ کے بعد بنیادی طور پر دنیا کے سلاطین وحکمرانوں کو خطوط لکھے۔ (۳) یہ خطوط جہاں ایک طرف دین کی دعوت پر مبنی تھے تو دوسری طرف یہ مذاہب کے درمیان مکالمے کی ایک شکل بھی تھی۔ ان خطوط اور اپنے نمائندوں کے واسطے سے آپ ﷺ نے اس زمانے کے مشہور مذاہب کے رہنماؤں سے

مکالمہ فرمایا۔

☆ یقیناً دنیا کا کوئی مذہب ایسا نہیں ہے، جو انسانیت کی بات نہ کرتا ہو۔ مذاہب ثلاثہ میں بھی اس سلسلے میں تعلیمات واضح ہیں۔ قرآن مجید جہاں مسلمانوں کی وحدت کی بات کرتا ہے۔

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ (۴)

"بے شک مومن تو ایک دوسرے کے بھائی ہیں لہٰذا اپنے بھائی کے درمیان تعلقات کو درست کرو اور اللہ سے ڈرو، اُمید ہے کہ تم پر رحم کیا جائے گا"

تو وہیں قرآن انسانی وحدت کی بات بھی کرتا ہے۔

" وَمَا كَانَ النَّاسُ إِلَّا أُمَّةً وَاحِدَةً فَاخْتَلَفُوا وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ فِيمَا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ (۵)

ابتداء میں سارے انسان ایک ہی امت تھے، بعد میں انہوں نے مختلف عقیدے اور مسلک بنا لیے اور اگر تیرے ربّ کی طرف سے پہلے ہی ایک بات طے نہ کر لی گئی ہوتی تو جس چیز میں وہ باہم اختلاف کر رہے ہیں اس کا فیصلہ کر دیا جاتا۔ یہی مفہوم سورہ بقرہ آیت ۲۱۳ میں بھی بیان ہوا ہے۔ قرآن اتحادِ امت کے ساتھ ساتھ وحدتِ انسانی پر بھی زور دیتا ہے۔ تو یہ کیسے ممکن ہے کہ انسانیت کے افتراق و انتشار کو ترویج دی جائے اور ان کے اتحاد اور اتفاق کے لئے راہیں ہموار نہیں کی جائیں۔

اسلام کی طرح مذہب عیسائیت میں بھی بنی نوع انسان کو اُمت سے تعبیر کیا گیا ہے۔ بائبل میں آیا ہے کہ "حضرت عیسیٰؑ نے کہا ہے کہ جو لوگ نیک اور راست باز نہیں ہونگے انہیں بھی میں امت کہوں یہاں تک یہودیوں اور غیر قوموں کو بھی امت میں شامل کروں گا۔ چنانچہ جو سیع کی کتاب میں بھی خُدا یوں فرماتا ہے کہ جو میری امت نہ تھی اُسے امت کہونگا اور جو پیاری نہ تھی اُسے پیاری کہونگا" (۶)۔ بائبل مقدس کے شارحین نے حضرت عیسیٰؑ کے اس جملے کی یہی شرح لکھی ہے کہ وہ مذاہب اور قومیں جو عیسائیت سے باہر کی ہیں حضرت عیسیٰؑ نے انہیں بھی امت قرار دیا ہے۔ قرآنی نقطہ نظر سے مذہب ان ہدایات اور احکامات کا نام ہے، جو وقتاً فوقتاً اللہ نے اپنے انبیاء کے ذریعے اپنے بندوں کے لئے بھیجے، جن پر گامزن ہو کر انسان دنیا و آخرت دونوں کی زندگی کو سنوار سکتا ہے۔

گویا مذہب انسان کی روح اور جسم دونوں کی تمام ضروریات کو پورا کرنے کا نام ہے۔قرآن نے مذہب کے اس مفہوم کو دین، شریعت، سبیل، ہدایت اور صراط کے الفاظ میں بیان کیا ہے۔ یہ الفاظ روشن رہنمائی اور دین و دنیا میں کامیابی کے راستوں کے معنی میں مشترک ہیں۔مذہب کا تصور انسان کی اُخروی نجات سے متعلق ہے۔مذہب نے انسان اور انسانیت کو عام طور پر ایک مقدس امر شمار کیا ہے۔بظاہر اب تک دنیا میں کوئی ایسا مکتب (School of Thought) پیدا نہیں ہوا ہے، جو عملی طور پر انسان کو مقدس شمار نہ کرتا ہو۔تمام الہامی اور غیر الہامی مذاہب سب کے سب انسان کو اپنے پورے وقار کے ساتھ زندہ رہنے کا حق دیتے ہیں اور انسانوں کو اپنے فطری تقاضوں کے مطابق خاندان اور قبیلے کے ساتھ زندگی گزارنے کا حق فراہم کرتے ہیں۔قوم، قبیلہ، رنگ اور زبان کا اختلاف سب قدرت الٰہی کے مظہر ہیں۔اس لئے اس بنیاد پر تفاخر کے درجے قائم کرنا، بشریت انسانی کے خلاف ہے۔قرآن مجید نے اس اختلاف کو یوں بیان کیا ہے۔

وَمِنْ آيَاتِهِ خَلْقُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافُ أَلْسِنَتِكُمْ وَأَلْوَانِكُمْ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِلْعَالِمِينَ (۷)

خدا کی قدرت کی نشانیوں میں سے آسمانوں وزمین کی خلقت، تمہارے رنگ وزبان کا اختلاف ہے۔عقل مندوں کے لئے اس میں بڑی نشانیاں ہیں۔الہامی مذاہب میں ہر شخص پیدائشی مقدس اور معصوم پیدا ہوتا ہے۔البتہ بلوغت کے بعد انسان اپنی راہوں کا تعین کرتا ہے۔عقل ودانش سے کام لیتے ہوئے رشد وہدایت کا راستہ اختیار کرے یا ہوس دنیاوی اور آباواجداد کی پیروی کرتے دئے گمراہ ہوجائے۔حضرت محمد ﷺ نے فرمایا:

الجنة لمن اطاعني و لو كان عبدا حبشياً، والنار لمن عصاني و لو كان شريفا قرشياً (۸)

بہر حال یہ بات واضح ہے کہ مذاہب ثلاثہ میں تمام انسان برابر ہیں۔رنگ، ذات، مال دولت، علاقہ اور قبیلہ، غرض کسی بھی عنوان میں کوئی انسان دوسرے انسان پر فضیلت نہیں رکھتا ہے۔ بتہ کردار اور عمل کی بنیاد پر انسان کی فضیلت کے معیارات قائم ہوسکتے ہیں۔مذاہب ثلاثہ نے ںت، مذہب اور نسل کو عوامل اختلاف نہیں بلکہ عوامل وحدت بنایا ہے۔اسلام تو یہودی، مجوسی، نصرانی سب سے کہتا ہے۔آخر ہم آپس میں کیوں اختلاف کریں، آؤ سب مل کر ایک خدا کی پرستش کریں۔

قرآن کہتا ہے۔

"قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُولُوا اشْهَدُوا بِأَنَّا مُسْلِمُونَ (۹)

اے آسمانی کتابوں کے ماننے والو! آؤ ہمارے تمہارے درمیان میں جو بنیاد مشترک ہے، اس پر عمل کریں اور وہ مشترک بنیاد یہ ہے کہ غیر خدا کی عبادت نہ کریں، کسی کو اس کا شریک نہ بنائیں اور ہم میں سے کوئی اللہ کے سواء کسی کو اپنا رب نہ بنالے۔ اس دعوت کو قبول کرنے سے اگر وہ منہ موڑیں تو صاف کہہ دو کہ گواہ رہو، ہم تو مسلم ہیں۔

لیکن بدقسمتی سے دنیا میں عملاً صورتحال اس کے برعکس نظر آتی ہے۔ آج دنیا میں ملت، مذہب اور نسل کے احساسات کو غلط استعمال کیا جارہا ہے۔ دوسری جنگ عظیم کے بعد نسلی امتیازات کو ختم کرنے اور انسانی مساوات کے نعرے دنیا بھر میں لگے لیکن عملی طور پر دنیا کو نسلی امتیازات کی بنیاد پر جغرافیائی حوالے سے تقسیم کیا گیا۔ جس کی وجہ سے دنیا ایک نئے نزاع اور کشمکش میں مبتلا ہوئی۔ لہذا جب تک مختلف اقوام کے درمیان اختلاف اور نزاع کے جتنے بھی بنیادی مسائل ہیں، ان مسائل کو حل کرنے کے لئے اقوام متحدہ اپنا صحیح کردار ادا نہیں کرتا ہے اور امریکہ سمیت بڑی طاقتیں چھوٹی طاقتوں پر تسلط جمانے کی کوششیں بند نہیں کرتی ہیں تب تک عالمی امن قائم کرنا اور انسانی وحدت پیدا کرنا محال ہے۔

☆ مذاہب ثلاثہ میں انسان کی عظمت مسلمہ ہے۔ انسان کی عظمت کی سب سے بڑی دلیل یہی ہے کہ خالق کائنات نے انسان کو زمین پر اپنا خلیفہ قرار دیا ہے۔

وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَائِكَةِ إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً (۱۰)

اسلام میں انسان کی تکریم اور عزت کا جو عنصر ہے، وہ بلا کسی رنگ و ذات اور مذہب تمام انسانوں کے لئے مساوی ہے۔ قرآن میں ارشاد ہوتا ہے کہ

"وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ وَحَمَلْنَاهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنَاهُمْ مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلَى كَثِيرٍ مِمَّنْ خَلَقْنَا

تَفْضِيلًا (۱۱)

ہم نے بنی آدم کو عزت بخشی اور انہیں خشکی و تری میں سواریاں عطا کیں اور ان کو پاکیزہ چیزوں سے رزق دیا اور اپنی بہت سی مخلوقات پر نمایاں فوقیت بخشی'' ۔مخلوقات خدا میں جو شرف و عزت کا مقام انسان کو حاصل ہے، وہ مقام بنی نوع انسان میں کسی اور کو حاصل نہیں ہے۔ اگر آج کا انسان اس حقیقت کو تسلیم کرے کہ انسان مخلوق خدا میں سب سے زیادہ مقدس ہے تو نتیجے میں انسان بلا کسی تفریق کے انسانیت کی عظمت کا قائل ہو جائے گا۔ لہٰذا انسانوں کو انسانیت کی عظمت کے ناطے ایک دوسرے کی قدر و منزلت کا قائل ہونا چاہئے۔

اسلام ایک عالمگیر اور آفاقی مذہب ہونے کے ناطے اتحاد انسانیت کے عالمگیر نظریہ کا قائل نظر آتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام مسلمانوں کے علاوہ غیر مسلموں سے ہمدردی اور ان کی جان و مال کی حفاظت، ان سے تعلقات اور اسلامی ریاست میں ان کی عبادت گاہوں کے تحفظ جیسے مسائل پر زور دیتا ہے۔ اسلام صرف اہل کتاب سے ہمدردی اور تعلقات کو استوار کرنے کا قائل نہیں بلکہ بلا کسی مذہبی تفریق کے تمام انسانوں کے ساتھ ہمدردی ان کے عقائد اور عبادت گاہوں کی حفاظت کرنے کا قائل ہے۔ اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ اسلام نے ایک انسان کی عظمت و تکریم کو بغیر کسی تفریق کے خانہ کعبہ سے بھی زیادہ معزز قرار دیا ہے۔

وَالَّذِي أَكْرَمَنِي بِالْهُدَى وَدِينِ الْحَقِّ لَحُرْمَةُ الْمُؤْمِنِ أَعْظَمُ
مِنْ حُرْمَةِ هَذَا الْبَيْتِ (۱۲)

سیرت طیبہ میں ملتا ہے:

انہ مرت جنازۃ یھودی فوقف لھا النبی، فقال لہ بعض
اصحابہ انھا جنازۃ یھودی،فقال النبی الکریم ''الیست نفسا

ایک مرتبہ رسول اکرم ﷺ کے سامنے سے ایک یہودی کا جنازہ گزرا تو رسول اکرم ﷺ اس کی تعظیم میں رک گئے تو اصحاب رسول نے عرض کیا! یا رسول اللہ ﷺ یہ تو ایک یہودی کا جنازہ ہے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا

''اَلَیست نفساً''

کیا یہ کسی انسان کا جنازہ نہیں ہے۔

☆ یقیناً انسان آزاد پیدا ہوا ہے۔ الہامی تعلیمات کے مطابق بھی انسان آزاد پیدا کیا گیا ہے۔ البتہ انسان کی آزادی عبد اور معبود کے رشتے میں جڑی ہوئی ہے۔ الہامی مذاہب کے اندر آزادی کا مفہوم عبدیت کے تصور کے ساتھ جڑا ہوا ہے۔ اسلام میں عبدیت کا تصور بہت وسیع ہے۔ ایک انسان اگر یہ تصور کر لیتا ہے کہ وہ خدا کا بندہ ہے تو اسے خدا کی بندگی کا مظاہرہ بھی کرنا چاہئے۔ آج انسانیت کی جس آزادی کی بات کی جاتی ہے، وہ بھیانک ہے، جس میں عبد اور معبود کے رشتہ کا لحاظ نہیں رکھا جاتا ہے اور اسلام پر الزام تراشیاں کی جاتی ہیں کہ اسلام انسانی آزادی کو سلب کر دیتا ہے۔ اسلام کا نقطہ نظر بہت واضح ہے۔ اسلام کے نظریے میں حریت انسانی ایک مقدس امر ہے۔ اس سلسلے میں کوئی افراط و تفریط نہیں ہے۔ انسان اپنی آزادی کو کسی اور انسان کے ہاتھوں فروخت نہ کرے۔ یعنی خدا کے علاوہ کسی کی غلامی اختیار نہ کرے۔ حضرت علی بن ابی طالب نے فرمایا ہے:

لا تکن عبدا غیرك وقد جعلك اللّٰه حرا (۱۳)

عبد اور معبود کے رشتے میں جو ہدایات ہیں، اس کی پاسداری کرنا ہر انسان پر لازم ہوتا ہے۔ بعض لوگوں کا یہ اعتراض کہ اسلامی احکام حریت انسانی میں رکاوٹ ہیں۔ یہ اعتراض درحقیقت اسلامی احکام بالخصوص امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی حقیقت سے ناواقفیت کا مظہر ہے۔ اسلامی احکام انسانی آزادی کو سلب کرنے کے لئے نہیں بلکہ انسانی سعادت کے لئے ہیں۔ نماز، روزہ، زکوۃ وغیرہ تمام اسلامی احکام انسان کی سعادت اور فضیلت کے لئے نہ کہ حریت انسانی کو ختم کرنے لئے اسی لئے حضرت علی بن ابی طالب نے فرمایا ہے:

وَ مَا أَعْمَالُ الْبِرِّ كُلُّهَا وَ الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ عِنْدَ الْأَمْرِ
بِالْمَعْرُوفِ وَ النَّهْيِ عَنِ الْمُنْكَرِ إِلَّا كَنَفْثَةٍ فِي بَحْرٍ لُجِّيٍّ (۱۴)

لہٰذا مذاہب ثلاثہ کے ماننے والوں کو اس بات کا فیصلہ کرنا ہوگا کہ کیا الہامی احکامات کی پاسداری حریت انسانی میں رکاوٹ ہے؟ اگر ایسا ہوتا تو پھر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر عمل تمام انبیاء علیہم السلام بالخصوص اولی العزم انبیاء حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ اور حضرت محمد ﷺ نہیں کرتے۔ پس الہامی تعلیمات حریت انسانی میں رکاوٹ نہیں بلکہ یہ عظمت انسانی کی ضامن ہیں۔

☆ آج کے زندہ موضوعات میں سے ایک اہم موضوع ''آزادی اظہار رائے'' یعنی Freedom of Expression ہے۔ شاتم رسول سلمان رشدی کے شان رسالت میں

گستاخانہ تحریرات اور گزشتہ سالوں میں بعض یورپی ممالک میں پیغمبر خداﷺ کے بارے میں گستاخانہ کارٹونز کی اشاعت کے بعد اس موضوع کی اہمیت اور زیادہ بڑھ گئی ہے۔ الہامی تعلیمات کے مطابق انسان آزاد پیدا ہوا ہے۔ البتہ عبد اور معبود کے رشتے کا خیال رکھنا، انسان کے لئے ضروری ہے۔ یہ ایک الگ بحث ہے کہ کیا انسان احکام خداوندی کا جبری پابند ہے یا اختیاری۔ البتہ الہامی تعلیمات میں انسان کو اپنے عقیدے اور نظریات کے اظہار کی اجازت دی ہے۔ اسلام بلا کسی قید کے انسان کو ہر طرح کی آزادی کا قائل مذہب ہے۔ البتہ اس کے کچھ قیود اور شرائط بھی بیان کرتا ہے، جس کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ آزادی کے نام پر کسی اور کی آزادی سلب نہ ہو جائے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اسلام انسان کو تنقیدی رویوں سے روکتا ہے۔ یہ حقیقت نہیں ہے۔ اسلام انسان کو تنقید کی پوری اجازت دیتا ہے۔ البتہ تنقید اور تحقیق کو جواز بناتے ہوئے توہین کی اجازت نہیں دیتا۔ لہٰذا عقائد اور مقدسات پر تحقیق کی بنیاد پر اعتراض کرنے کا حق تو حاصل ہے، البتہ توہین کرنے کا حق کسی کو حاصل نہیں۔ کوئی بھی شخص آزادی اظہار رائے کے نام پر مقدسات اور عقائد کی توہین کرے تو یہ عمل آزادی اظہار کے برعکس ہوگا۔ سلمان رشدی نے تحقیق کی بنیاد پر نہیں بلکہ ناول The Satanic Verses کے ذریعے مسلمانوں کی مقدس شخصیات کی انتہائی غلیظ انداز میں توہین کی تھی۔ سلمان رشدی خود کو مسلمان کہتا ہے۔ تمام اسلامی فرقوں کے فقہاء کی اکثریت کا یہ متفقہ فیصلہ ہے کہ اگر کوئی مسلمان دین کی توہین عمداً کرے تو وہ مرتد ہو جاتا ہے۔ اور ایسا مرتد واجب القتل ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آیت اللہ روح اللہ خمینی نے اسے واجب القتل قرار دیا تھا۔ سلمان رشدی کی طرح یورپین ممالک میں جس طرح حضرت محمدﷺ کی شان میں گستاخیاں کی گئیں ہیں۔ یہ سب مظاہرے تہذیبوں میں ٹکراؤ اور انسانی وحدت کو پارہ پارہ کرنے کے لئے کافی ہیں۔

☆ مذاہب ثلاثہ کے نزدیک ہر انسان آزاد پیدا ہوا ہے۔ ملکی قوانین ہوں، عالمی قوانین یا معاشرتی اداب ہوں۔ سب میں ہر انسان کے شخصی حقوق کا خیال رکھنا لازمی ہے۔ شخصی آزادی کو سلب کرنے والے قوانین نہ صرف الہامی قوانین بلکہ موجودہ بین الاقوامین قوانین کے بھی متضاد ہیں۔ ہر حال میں ملکی قوانین ہوں یا معاشرتی اقدار سب میں انسان کی شخصی اور مذہبی نظریات کو تحفظ حاصل ہونا چاہئے۔ البتہ قوانین ملکیہ اور مفاد عامہ کے خلاف کوئی انسان اپنی آزادی کا غلط استعمال نہ کرے اور نہ ہی ملکی قوانین ایسے ہونے چاہئیں، جس میں شخصی آزادی سلب ہو جائے۔ بالخصوص کسی بھی مملکت کے

اندر رہنے والے ہر شخص کو اپنے مذہبی اصول کے مطابق زندگی گزارنے کا حق ہونا چاہئے۔ دنیا میں جتنے بھی قوانین ملکیہ ہیں۔ چاہے ان کی نظریاتی بنیاد کچھ بھی ہو، سب میں ہر شخص کو مذہبی و شخصی آزادی حاصل ہے لیکن بدقسمتی سے بعض ممالک میں ایسے قوانین وضع کیے جارہے ہیں جو انسانی حقوق کے سراسر خلاف ہیں۔ حالیہ دنوں میں فرانس میں مسلمان خواتین پر پردے کی پابندی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ یورپ کی اکثر آبادی عیسائیت سے تعلق رکھتی ہے۔ لیکن یورپی حکمرانوں نے مذہب عیسائیت کے اصل عقائد اور نظریات کے برخلاف مادر پدر آزادی کے ایسے نظام ہائے زندگی کو معاشرہ میں رائج کیا ہے۔ جس کی اجازت مذہب عیسائیت نہیں دیتا ہے۔ ایک طرف آزادی اظہار اور حقوق انسانی کی بات کی جاتی ہے تو دوسری طرف سے حالیہ دنوں میں کچھ ایسے اقدامات اٹھائے گئے ہیں جو سراسر انسانی حقوق اور اقوام متحدہ کے چارٹر کے خلاف ہیں۔ دنیا کا کوئی مذہب ایسا نہیں ہے، جس میں شخصی آزادی سے انکار کیا جاتا ہو۔ سیکولر فکر میں اس چیز کا خیال سب سے زیادہ رکھا جاتا ہے کہ کسی طرح انسان کا شخصی حق تلف نہ ہو جائے۔ لیکن فرانس میں پردے پر پابندی کو کیا کہا جائے گا۔ جس طرح دیگر مذاہب کے اپنے تشخص و امتیازات ہیں۔ جیسے بدھ مذہب میں پگڑی، عیسائیت میں سلیب کا نشان، یہودیت میں ٹوپی اور داڑھی وغیرہ شامل ہیں۔ اسی طرح مسلمان خواتین میں حجاب اور مردوں میں داڑھی، ان کے مذہبی امتیازات ہیں۔ لہٰذا یہ پابندی جہاں انسانی حقوق کی خلاف ورزی ہے، وہیں تہذیبوں کے درمیان ٹکراؤ کا سبب بھی بن رہی ہے۔ فرانس میں پردے کی پابندی کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ یہ عیسائیت یا یہودیت کی کارستانی ہے۔ البتہ یہ بات ضرور ہے کہ مسلمانوں کے ساتھ ساتھ عیسائیت اور یہودیت کو بھی انسانی حقوق کی خلاف ورزی پر اپنا نقطہ نظر بیان کرنا چاہئے۔ علاوہ ازیں یورپین ممالک میں 9/11 کے بعد مسلمانوں کے ساتھ جو امتیازی سلوک روا رکھا جارہا ہے۔ اس سے مسلمان ممالک میں یورپین ممالک سے نفرت میں اضافہ ہورہا ہے۔ پردے پر پابندی مسلمانوں کے لئے یقیناً ایک مذہبی مسئلہ ہوسکتا ہے لیکن دوسری طرف یہ ایک شخصی اور سیاسی مسئلہ بھی ہے۔ بظاہر ایک سیکولر اسٹیٹ میں اس طرح کی پابندی خود سیکولر فکر کے بھی خلاف ہے۔ بعض لوگ اسلام کے بارے میں اس طرح کا الزام لگاتے ہیں کہ اسلام شخصی آزادی پر پابندی لگاتا ہے۔ حالانکہ ایسا ہرگز نہیں۔ اسلام عبد و معبود کے نظریے کے اندر شخصی آزادی کا قائل ہے۔ یہاں تک کہ عبد و معبود کے مسئلے میں بھی جبر و اکراہ کی گنجائش نہیں ہے۔ اسلام کا بنیادی نظریہ یہی ہے کہ نظریاتی موضوعات میں زبردستی نہ کی جائے۔ رسول اکرم

ﷺ کی سیرت اس حوالے سے ہمارے لئے نمونہ عمل ہے۔ ہجرت مدینہ کے پہلے ہی سال آپ ﷺ نے دیگر مذاہب (جس میں ایک تحقیق کے مطابق پانچ مذاہب شامل تھی) بالخصوص یہودیوں سے ایک معاہدہ کیا جو "میثاق مدینہ" کے نام سے مشہور ہے۔ اس میثاق کی شقوں میں سے چند یہ تھیں۔

☆ جن لوگوں نے اس معاہدہ پر دستخط کئے ہیں وہ ایک قوم بن کر یہاں زندگی بسر کریں گے۔

☆ اس معاہدہ میں جو فریقین شامل ہیں، ان میں سے ہر فریق کو اپنی رسومات انجام دینے کی آزادی ہوگی۔

☆ مدینے کی حدود میں ہر قسم کی خونریزی حرام ہوگی اور اگر باہر سے کسی دشمن نے حملہ کیا تو سب مل کر شہر کا دفاع کریں گے۔

☆ اختلافی مسائل میں اختلاف کو دور کرنے کے لئے خدا اور محمد ﷺ سے رجوع کیا جائے گا۔ اس معاہدہ کے بعد مدینہ میں ایک مستقل حکومت قائم ہوئی۔ ایک اسلامی ریاست ہونے کے ناطے اللہ کے رسول حاکم مدینہ قرار پائے تھے، آپ ﷺ کی قیادت میں دیگر مذاہب کو پوری آزادی دی گئی تھی۔ اختلافی نکات میں رسول اکرم ﷺ کو حکم تسلیم کیا گیا تھا۔ اس میثاق سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ ریاست کے اندر رہنے والے تمام لوگوں کو اپنے اپنے مذہب کے مطابق زندگی گزارنے کا حق دیا جائے اور اختلافی نکات کو مکالمہ کے ذریعے حل کیا جائے۔ اسلامی نقطہ نظر میں ریاست کے اندر کسی کو یہ حق نہیں ہے کہ کسی دوسرے مذہب کے خلاف اقدامات کرے اور یہ حق خود ریاست کو بھی حاصل نہیں ہوتا ہے کہ رعایا کے مذہبی حق کو سلب کرے۔ اسلام کا یہی مفہوم مذہبی آزادی ہے۔

☆ تمام مسلمہ ادیان بالخصوص مذاہب ثلاثہ کو علاقائی، ملکی، بین الاقوامی سطح پر اپنے مذہبی نقطہ نظر کو پہچانے اور تبلیغ کرنے کی اجازت ہونی چاہئے نیز ہر انسان کو اس کی اجازت ہونی چاہئے کہ وہ اپنی عقل اور فہم وفراست کے ساتھ کسی بھی مذہب کو اختیار کرے۔ مذہب کے حوالے سے ہر کسی کو اختیار اور اختلاف کرنے کا پورا حق ہونا چاہئے۔ عقیدہ اور مذہب کو اختیار کرنے کے حوالے سے جبر واکراہ نہیں ہونا چاہئے۔ اسی صورت میں مذاہب کے درمیان ٹکراؤ اور تصادم سے بچا جاسکتا ہے۔ قرآن مجید میں تقریباً سو سے زیادہ آیات ایسی ہیں، جو اعتقاد میں آزادی کی طرف نص کرتی

ہیں۔سب سے مشہور آیت

"لَا اِکْرَاهَ فِی الدِّیْنِ قَدْ تَّبَیَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَیِّ فَمَنْ یَّکْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَیُؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَکَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰی لَا انْفِصَامَ لَهَا وَاللّٰهُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ (۱۵)

دین کے معاملے میں کوئی زبردستی نہیں ہے۔صحیح بات غلط خیالات سے الگ چھانٹ کر رکھ دی گئی ہے۔اب جو کوئی طاغوت کا انکار کر کے اللہ پر ایمان لے آیا، اُس نے ایک ایسا مضبوط سہارا تھام لیا، جو کبھی ٹوٹنے والا نہیں، اللہ سب کچھ سننے اور جاننے والا ہے۔

دین میں زبردستی اور جبر نہ ہونے سے مراد ایمان لانے میں جبر نہیں کہا جا سکتا ہے۔(۱۶)
اس آیت سے ملتی جلتی ایک اور آیت جو اس مفہوم کو اجاگر کرتی ہے۔

"وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّکُمْ فَمَنْ شَاءَ فَلْیُؤْمِنْ وَّمَنْ شَاءَ فَلْیَکْفُرْ اِنَّا اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِیْنَ نَارًا اَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا وَاِنْ یَّسْتَغِیْثُوْا یُغَاثُوْا بِمَاءٍ کَالْمُهْلِ یَشْوِی الْوُجُوْهَ بِئْسَ الشَّرَابُ وَسَاءَتْ مُرْتَفَقًا (۱۷)

صاف کہہ دو کہ یہ حق ہے تمہارے ربّ کی طرف سے،اب جس کا جی چاہے مانے اور جس کا جی چاہے انکار کردے۔ہم نے (انکار کرنے والے) ظالموں کے لئے ایک آگ تیار کر رکھی ہے۔جس کی لپٹیں انہیں گھیرے میں لے چکی ہیں۔

اسلام آزادی عقیدے کا قائل ہے۔اس لئے دین قبول کرنے کے لئے کسی بھی قسم کے جبر واکراہ کو غلط سمجھتا ہے۔انسان کے عقیدے کو جبر واکراہ سے تبدیل نہیں کیا جا سکتا ہے۔چونکہ اسلام نے لوگوں کو حریت فکر بخشی اور ہر قسم کے فکری خفقان کو ختم کردیا، اس لئے بلا کسی جھجک وخوف کے اسلام یا کسی بھی آسمانی مذہب کو قبول کر سکتے ہیں۔یقیناً مذاہب ثلاثہ کے اصلی متون دینیہ میں جبر واکراہ کے ذریعے فکر انسانی کی تبدیلی کا حکم موجود نہیں ہے۔لیکن ان تینوں مذاہب کے ماننے والے حکمران وربعض دینی افراد ایسے گزرے ہیں کہ جو انسانیت کو بالجبر دین کی طرف بلانے کی کوشش

کرتے ہیں۔ بعض مسلم حکمرانوں کی ملک گیری کے اقدامات اور بالجبر انسانوں کے عقیدے تبدیل کرانے کے واقعات یقیناً تاریخ میں موجود ہیں۔ حالانکہ اسلام کے منابع دینیہ سے ان واقعات کو مصدق نہیں کیا جاسکتا ہے۔ اور جو مسلمان دانشور ایسا کرنے کی کوشش کرتے ہیں وہ درپردہ تاریخ کے ان تاریک واقعات سے نظریاتی یا مسلکی وابستگی کے حامل ہونے کی بناء پر ایسا کرنے پر مجبور ہیں۔ جہان گیری اور وسعت گیری کے لئے اگر مسلمان حکمرانوں نے دیگر اقوام اور مذاہب پر ظلم و ستم کیا ہے تو اسے کسی بھی صورت میں اسلامی نقطہ نظر نہ سمجھا جائے کیونکہ اسلام پوری کائنات کے سماج اور انسانوں کی فلاح کی بات کرتا ہے۔ لیکن بدقسمتی سے یہودیت اور عیسائیت کی طرف مسلمان اور دیگر اقوام کے خلاف متعدد جنگیں تاریخ کے اوراق میں موجود ہیں۔ مذہب عیسائیت انہیں Holy or Crusades wars یعنی صلیبی جنگوں کا نام دیتا ہے۔ ان جنگوں میں بھی جس طرح سے ظلم و ستم کیا گیا ہے، اس کی ایک مثال مشہور مورخ جرجی زیدان یوں پیش کرتے ہیں ''اسپین پر عیسائی قبضے کے بعد مسلمانوں کو یہودیوں اور بدکاروں کی طرح اپنے ساتھ نشانی رکھنے پر مجبور کیا گیا تاکہ اس نشانی کے ذریعے سے یہ معلوم کیا جاسکے یہ مسلمان ہے اور پھر آخر میں مسلمانوں کو موت یا عیسائیت قبول کرنے کا اختیار دے دیا گیا'' (۱۸) جبکہ دوسری طرف صلیبی جنگوں میں مسلمانوں کی طرف عیسائیت کے ساتھ جو برتاؤ کیا گیا ہے، اس کی ایک جھلک مشہور یورپی مورخ سٹینلے لین پول کی کتاب ''Saladin'' سے یوں عیاں ہوتی ہے۔ ''صلیبی جنگوں میں مسلمانوں کی قتل و غارت گری میں فلپ اور رچرڈ سرفہرست تھے مگر جب رچرڈ بیمار ہوا تو سلطان (صلاح الدین ایوبی) نے خود جا کر اس کا علاج کیا کیونکہ سلطان ایک بہت اچھے طبیب بھی تھے'' (۱۹) انسانی افکار میں پابندی کا شاخسانہ بھی چرچ کے سر جاتا ہے۔ اس میں کوئی دو رائے نہیں ہے کہ سیکولر فکر کی اختراع عیسائی دانشور کے چرچ سے بغاوت کے طور پر سامنے آئی ہے۔

دور حاضر میں یہ الزام صرف اسلام پر لگایا جاتا ہے کہ اسلام کا نظریہ جہاد درحقیقت انسانیت کو بالجبر اسلام کی طرف بلانے کا ایک بنیادی ذریعہ ہے۔ نظریہ جہاد مسلمانوں کو جنگ کی طرف دعوت دیتا ہے۔ دانستہ طور پر اسلام مخالف فکر کو عام کیا جارہا ہے تاکہ دنیا کو اسلام سے دور رکھا جائے۔ جہاد پر مشتمل قرآنی آیات کا جائزہ لیا جائے تو یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ اسلام کا نظریہ جہاد درحقیقت جنگ کا استقبال نہیں کرتا ہے بلکہ جنگ کے خاتمہ کے لئے یہ ایک قرآنی نظریہ ہے۔ دور حاضر میں جو جنگیں

انسانیت کے چہرے کو داغدار کر رہی ہیں، اگر ان جنگوں کا غیر جانبدارانہ جائزہ لیا جائے کہ کیا ویتنام کی جنگ نظریہ جہاد کا شاخسانہ تھی۔ کیا جاپان پر ایٹمی حملے کا حکم قرآن یا بائبل کا حکم تھا۔ کیا موجودہ دور میں عراق اور افغانستان پر حملے کا حکم چرچ اور مدارس دینیہ نے دیا تھا۔ عالمی جنگ اول اور دوم کو کیا نام دیا جائے گا؟ لہٰذا ان غلط تصورات کو کسی بھی الہامی مذہب کی طرف منسوب کرنے سے پہلے اس نظریہ کو بنیادی مواد سے سمجھنا چاہئے۔ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ مسلمانوں نے آج تک یہودیت اور عیسائیت پر یہ الزام نہیں لگایا کہ جاپان، افغانستان، عراق، پاکستان وغیرہ میں لاکھوں انسانوں کا جو خون بہایا گیا ہے، وہ ان مذاہب کی تبلیغات کا شاخسانہ ہے۔ جبکہ بعض بین الاقوامی دہشت گردوں کی انسانیت سوز واقعات کے حوالے سے اسلام پر الزام تراشی کرنا، درحقیقت مذاہب کے درمیان ٹکراؤ کو دعوت دینے کے برابر ہے۔ آج امریکہ سے دریافت کیا جائے کہ اس نے افغانستان اور عراق پر حملہ کیوں کیا تو یہی جواب ملے گا۔ دہشت گردوں اور ظالموں کا خاتمہ کرنا چاہتے ہیں تاکہ دنیائے انسانیت کے لئے جو خطرات ہیں، وہ دور ہوسکیں۔ حالانکہ پوری دنیا جانتی اور تسلیم کرتی ہے کہ ان ممالک پر حملہ منابع اقتصادی پر تسلط حاصل کرنے کیلئے کیا گیا ہے۔ جبکہ اسلام کا نظریہ جہاد منابع اقتصادی پر قبضہ، ملک گیری اور وسعت طلبی کے لئے نہیں ہے بلکہ ظلم و جبر کے خاتمہ کے لئے یہ حکم دیا گیا ہے۔ جہاد بمعنی قتال کی اجازت قرآن مجید میں ہے اور سیرت طیبہ کی تطبیق سے اس کو سمجھا جائے تو یہ بات اُجاگر ہوتی ہے کہ یہ حکم بھی دفاعی ہے۔

جہاد بمعنی قتال کا حکم نہ صرف اسلام میں موجود ہے بلکہ یہودیت اور عیسائیت میں بھی یہ نظریہ کم و پیش موجود ہے۔ عہد نامہ عتیق (Old Testament) میں آتا ہے۔ ''جب تُم کسی شہر سے جنگ کرنے اُس کے نزدیک پہنچو تو پہلے اُسے صُلح کا پیغام دینا۔ اور اگر وہ تجھکو صُلح کا جواب دے اور اپنے پھاٹک تیرے لئے کھول دے تو وہاں کے سب باشندے تیرے باج گذار بن کر تیری خدمت کریں۔ اور اگر وہ تجھ سے صلح نہ کرے بلکہ تجھ سے لڑنا چاہے تو تُو اس کا مُحاصرہ کرنا اور جب خدا تیرا خدا اُسے تیرے قبضے میں کر دے تو وہاں کے ہر مرد کو تلوار سے قتل کر ڈالنا۔ لیکن عورتوں اور بال بچوں اور چوپایوں اور اُس شہر کے سب مال اور لُوٹ کو اپنے لئے رکھ لینا'' (۲۰) اسلام اور عیسائیت کی طرح یہودیت میں بھی نظریہ جہاد پایا جاتا ہے۔ موجودہ یہودی صیہونی تحریک کو کامیاب بنانے کے لئے اسرائیلی فوج میں مذہبی لوگوں کو زیادہ سے زیادہ شامل کر رہا ہے۔

آج تک مسلمانوں کی طرف سے عیسائی اور یہودی مذاہب سے یہ مطالبہ نہیں کیا گیا ہے کہ وہ اپنی مقدس کتابوں سے نظریہ جہاد کو خارج کریں تو مسلمانوں سے دیگر الہامی مذاہب کے طرف سے ایسا مطالبہ سمجھ سے بالاتر ہے۔ مذاہب ثلاثہ ایک دوسرے کے خلاف نظریاتی جنگ لڑنے کے بجائے تینوں الہامی تعلیمات کی بنیاد پر نظریہ جہاد پر مشترکہ لائحہ عمل پیش کریں، جس طرح سے آنحضرت ﷺ کے زمانے میں مدینہ میں مسلمانوں نے دیگر مذاہب سے مل کر ایک لائحہ پیش کیا تھا، جس کا ذکر کیا گیا ہے۔

(۲) نظریہ جہاد اور دور حاضر کی جنگیں

ایک طرف اسلام کے نظریہ جہاد کی مخالفت کی جا رہی تو دوسری طرف حیران کن انداز میں جنگ وصلح کے علمی مظاہرے دیکھنے کو ملتے ہیں۔ جنگ ہو یا صلح دونوں طرف متعصبانہ روش پائی جاتی ہے۔ ایک طرف جنگ کے خاتمہ کی بات کی جاتی ہے، مخاصمت کو ختم کرنے اور متصادم اقوام میں صلح کی بات کی جاتی ہے۔ لیکن دوسری طرف ان لوگوں کی نظر میں صلح کا مطلب یہ ہے کہ بڑی بڑی حکومتیں چھوٹے ممالک کے منابع ثروت کو صلح کے نام پر آپس میں بانٹ لیں۔ اس لئے مکالمے، بحث ومباحثے سب چیزیں بے کار ہو کر رہ جاتی ہیں۔ جب تک جنگ ہو یا صلح، دونوں حالتوں میں طاقتور قومیں چھوٹی اور کمزور قوموں پر تسلط حاصل کرنا ترک نہ کردیں، تب تک یہ سب مکالمے اور مباحث بے کار ہیں۔ جب تک طاقت کے بل بوتے پر ہونے والے ان مظالم کے خاتمے کے لئے انسانیت کا ضمیر نہیں جاگے گا، تب تک مذاہب کے درمیان ہم آہنگی اور امن وآشتی بیدار کرنا محال ہوگا۔

یہ بات مسلمہ ہے کہ عملی طور پر بڑی طاقتیں چھوٹی طاقتوں اور ملکوں بالخصوص اسلامی ممالک میں جبر کے ساتھ اپنے خیالات اور نظریات کے ہم آہنگ کرنے پر لایعنی سعی کر رہے ہیں۔ انہوں نے فلسطین میں عوامی رائے کی بنیاد پر قائم ہونے والی حماس کی جمہوری حکومت کو تسلیم نہیں کیا بلکہ اس کو طاقت کی بنیاد پر ختم کیا گیا بعض اسلامی ممالک میں قائم صدیوں سے چلنے والے غیر جمہوری حکومتیں امریکہ اور اس کی ہمنوا طاقتوں کو قبول ہیں۔ عرب ممالک میں اگر موروثی حکومتوں کے خلاف بغاوتیں ہوتی ہیں تو استعماری طاقتیں صرف ان بغاوتوں کی حمایت کرتی ہوئی نظر آتی ہیں جہاں پر

دوسری متوقع رجیم ان کے زیر تسلط رہنے کی تائید کر چکی ہے۔ لیبا، مصر اور شام میں بغاوتوں کی حمایت تو نظر آتی ہے لیکن بحرین اور سعودی عرب میں ہونے والے احتجاج ان کو نظر نہیں آتے ہیں بلکہ کہا جاتا ہے کہ ان ممالک میں اٹھنے والے احتجاج کا ہر ہاتھ کاٹ دیا جائے گا۔ یہ دورخی رویہ کیا ظاہر کرتا ہے۔

لہذا جب تک طاقتور قومیں کمزور قوموں پر مسلط رہتی ہیں، جبر واکرہ کے ذریعے سیاسی اور مذہبی معاملات کو چلایا جاتا ہے، تب تک بین المذاہب مکالمے کے نتائج دنیا کے سامنے نہیں آسکتے۔

(۴) مکالمے کے اصول

انسانی وحدت سے پہلے مذاہب ثلاثہ کو اپنے اندر اتحاد اور وحدت پیدا کرنا ضروری ہوگا۔ حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ اور حضرت محمد ﷺ تینوں انبیاء کی تبلیغات کا بنیادی مقصد انسان کو تفرقہ بازی سے نجات دلانا تھا۔ الہامی مذاہب کی اصلی روح اتحاد امت کے لئے راہ ہموار کرنا ہے۔ اس سلسلے میں پہلے تینوں مذاہب آپس میں اتحاد اور اتفاق کی روح بیدار کریں۔ یقیناً مذاہب ثلاثہ کے اپنے اپنے بنیادی اصول اور عقائد ہیں۔ جن کی بناء پر وہ مذہب دوسرے مذاہب سے ممتاز حیثیت رکھتا ہے۔ لیکن جب مذہب کے اندر ان عقائد کی تفہیم میں اختلاف اور پھر انتشار ہوتا ہے تو وہ مذہب اپنے حقیقی اور سچے اصول کو دنیا کے سامنے پیش کرنے سے قاصر رہتا ہے۔ اسی لئے ان مذاہب کے ماننے والوں میں جتنے بھی آپس کے اختلافات ہیں، ان کو اپنی سطح پر حل کریں تا کہ دنیا کے سامنے ان کی وحدت اور یگانگت واضح ہو سکے۔

مذاہب ثلاثہ کے درمیان دین فہمی اور دین شناسی کے عنوان سے اختلافات موجود ہیں تو وہیں مذکورہ تینوں مذاہب کے اندر بھی بعض بنیادی نظریات کے عنوان سے بعض شدید اختلافات پائے جاتے ہیں۔ جس کی بنیاد پر ان مذاہب کے اندر الگ الگ دینیاتی نظام زندگی بھی وضع ہو چکے ہیں۔ جب تک مذاہب ثلاثہ اپنے اندر اتحاد اور یگانگت پیدا نہ کریں، ان کا الہامی پیغام دنیا کے سامنے واضح اور مدلل طور پر پیش نہیں ہو سکے گا۔ اس لئے لازمی ہے کہ تینوں مذاہب اپنے اندر کے مذہبی اور دینیاتی اختلافات کو ختم کرنے کی کوشش کریں۔ یہودیت اپنے بنیادی عقائد میں منقسم نظر آتا ہے اور ''صدوقی، فریسی، قرائین'' (۲۱) وغیرہ فرقوں میں تقسیم ہوا ہے۔ البتہ دو بنیادی فرقے

''کریم Karaim اور سماریہ Samaritans '' مشہور ہیں۔ یاد رہے کریم فرقہ توحید باری تعالیٰ پر عقیدہ رکھتا ہے، یوم البعث اور یوم الحساب پر بھی عقیدہ رکھتا ہے، انسانی اعمال کے مطابق جزاء وسزا کے ملنے کا قائل ہے، اس فرقے کے لوگ اس بات کے معتقد نہیں کہ تمام کے تمام یہودی بخش دیئے جائیں گے۔'' (۲۲) یہودیوں کی طرح عیسائیت میں بھی ''پولسی، نسطوری، یعقوبی'' (۲۳) فرقے بنے۔ بعد کے فرقوں میں پروٹیسٹینٹ اور کیتھولک قابل ذکر ہیں ۔اسی طرح مسلمانوں میں فرقوں کے وجود کو صرف نظر نہیں کیا جاسکتا ہے۔ جس میں قابل ذکر شیعہ اور سنی فرقے موجود ہیں۔

بہر حال تینوں الہامی مذاہب آپس کے مسلکی اختلافات کو ختم کریں اور بنیادی اصول اور ضوابط دین میں یکجا ہو جائیں ۔تب ان کا الہامی پیغام دنیا میں صحیح اور واضح انداز میں پہنچ سکتا ہے۔ ورنہ دنیا فکری اور نظریاتی طور پر الہامی بالخصوص اہل کتاب کے مذاہب سے دور سے دور ہوتی چلی جائے گی ۔ الہامی مذاہب سے منسلک لوگ الہامی تعلیمات کو پس پشت ڈالتے ہیں تو غیر الہامی نظریات معاشرے میں پنپنے لگتے ہیں۔ سوشیالیزم، سیکولرالیزم، کمیونیزم الہامی تعلیمات سے دوری کا شاخسانہ ہیں۔ دور حاضر میں ایک نیا نعرہ ''دینی پلورالیزم'' کا لگ چکا ہے جس کی ایک خطرناک تعبیر یہ کی جاتی ہے کہ ''سب عقیدے اور مذہب صحیح اور حق ہیں'' (۲۴) اگر الہامی مذاہب بالخصوص مذاہب ثلاثہ کے ماننے والے الہامی تعلیمات کو صحیح پس منظر کے ساتھ پیش کرنے میں کامیاب نہیں ہوئے تو یقیناً غیر الہامی نظریات معاشرے میں بآسانی ترویج پائیں گے۔

تینوں الہامی مذاہب آپس کے اختلافات کو ختم کریں اور بنیادی اصول اور ضوابط دین میں یکجا ہو جائیں۔ انتہا پسندی اور تعصبات کو جگہ نہ دیں۔ اس سلسلے میں علماء اور مذہب کے ماہرین اپنا کردار ادا کریں۔ انتہا پسند گروپوں کی حوصلہ شکنی کریں کیونکہ دنیا بھر میں انسانیت سوز واقعات اور ناہمواری کی بنیادی وجہ یہی انتہا پسند گروہ بنتے ہیں۔ اس سلسلے میں یہودیت کا کردار کلیدی بنتا ہے کیونکہ مذکورہ تینوں الہامی مذاہب میں یہ قدیم مذہب ہے۔

(۱) صیہونی تحریک

یہودیت میں مرور زمانے کے ساتھ انتہاء پسند تحریکیں منظر عام پر آتی رہیں۔ قرآن

اور دیگر کتب سماوی کے مطابق بنی اسرائیل کے بعض شدت پسند نظریات نے امت موسیٰؑ کو حضرت عیسیٰؑ کے مبعوث ہوتے ہی دو حصوں میں منقسم کیا۔ یہاں تک کہ مذہب عیسائیت کے ماننے والے یہودیوں کو حضرت عیسیٰؑ کا قاتل گردانتے ہیں۔ دور حاضر میں یہودیت کے اندر دنیا کا سب سے زیادہ شدت پسند گروہ بھی موجود ہے، جسے عام طور پر صیہونیت Zionism سے پکارا جاتا ہے۔ صیہونیزم نے ایک سازش کے تحت فلسطین پر ۱۹۴۸ء میں اسرائیلی حکومت قائم کردی ہے۔" (۲۵)

یقیناً وحدت انسانیت بالخصوص مسلمانوں اور یہودیت کے درمیان خلیج پیدا کرنے والا سب بڑا عامل صہونی تحریک ہے۔ دنیا بھر میں بالخصوص فلسطین میں انسانیت کا خون بہانے مسلمانوں کے مقدس مقامات پر قبضہ کرنے میں یہی تحریک پیش پیش رہی ہے۔ اس کی سیاہ کاریاں دنیا کے سامنے چھپی ہوئی نہیں ہیں، صیہونی نہ صرف مسلمان بلکہ مذہب عیسائیت کے پیروکاروں کو بھی دہشت گردی کا شکار بناتے رہے ہیں۔ لہٰذا جب تک یہودیت کے علماء اور سیاسی افراد خود کو اس تحریک سے جُدا نہیں کرتے یا صہونیت اپنے مذموم عزائم سے دور ہونے کا اعلان نہیں کرتی، تب تک یہودیت اور دیگر مذاہب کے درمیان مفاہمت اور ہم آہنگی پیدا کرنا ناممکنات میں سے ہے۔ اس سلسلے میں جب تک عملی اقدامات نہیں اٹھائے جاتے ہیں، تب تک یہودیت کا مسلمان اور عیسائی دنیا سے تعلق بحیثیت الہامی مذہب استوار ہونا مشکل ہے۔

(۴) یورپ کا کردار

یہودیت کی طرح عیسائیت کو بھی انتہاپسندی اور متعصبانہ رویوں سے بری الذمہ ہونا پڑے گا۔ دنیا کا سب سے بڑا مذہب ہونے کے ناطے اس کی ذمہ داری دیگر مذاہب کے مقابلے میں زیادہ ہے۔ لیکن بدقسمتی سے یہ مذہب اپنا وہ کردار ادا نہیں کر رہا، جو اسے ادا کرنا چاہئے۔ بلکہ سیاسی میدان میں پوری دنیا کی سیاست میں یورپ کا کردار سے زیادہ اہم ہے۔ آج یورپی ممالک بالخصوص امریکہ دنیا بھر میں دہشت کی علامت بن چکا ہے۔ امریکہ اور اس کے حواریین ایک طرف دہشت گردی کے خاتمہ کی بات کرتے ہیں، طرف ان کے ہاتھوں گزشتہ چند سالوں میں لاکھوں کی تعداد میں انسان لقمہ اجل بن چکے ہیں۔ "کوسوو میں دس ہزار مسلمانوں کا اجتماعی قتل کیا گیا۔ البانیہ میں دس ہزار مسلمانوں کو قتل کیا گیا، عراق میں لاکھوں انسانیت کا قتل ہوا ہے۔ جنگ خلیج سے اب تک

دس لاکھ سے زائد افراد ہلاک ہوئے جس میں پانچ لاکھ عراقی بچے شامل ہیں۔" (۲۶) اس کے علاوہ افغانستان، پاکستان وغیرہ میں سینکڑوں انسان امریکہ اور اس کے حواریوں کی نظر ہو چکے ہیں۔ امریکہ سمیت تمام یورپین ممالک کے حکمرانوں میں سے اکثریت کا مذہب عیسائیت سے تعلق ہے۔ مذہب عیسائیت کی طرف سے امریکہ کی اس بربریت کے خلاف واضح اور آفیشل فرمان جاری نہیں ہوا ہے۔ جب تک ویٹیکن سٹی آفیشل طریقے سے خود کو اس جنگ سے جدا ہونے کا اعلان نہیں کرتی، تب تک دنیا یہ تاثر لینے پر مجبور رہے گی کہ مذہب عیسائیت امریکہ کی پشت پناہی کر رہا ہے۔

(۳) انتہا پسند تحریکیں

اسلام ایک آفاقی مذہب ہونے کے ناطے وحدت اسلامی کا قائل ہے۔ لیکن بدقسمتی سے بعض ناعاقبت اندیش طاقتوں نے اسلام کے نام پر تفرقہ بازی کا بازار گرم کر رکھا ہے۔ مذہب اور فرقہ کی بنیاد پر ایک دوسرے سے نفرت آمیز ماحول قائم کیا ہوا ہے۔ اس میں کوئی شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے کہ فرقہ واریت کی وجہ سے عالم اسلام کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا ہے۔ جن میں سیکولرازم اور لادینیت کا رواج، پسماندگی، قدرتی وسائل سے مالا مال ہونے کے باوجود دوسروں پر انحصار، علم وٹیکنالوجی سے محرومی، ثقافتی شکست، اسلام کی بدنامی، غیر مسلموں کی اسلام سے بیزاری، اسلامی مقدسات کی بے حرمتی، مسلمانوں کے ہاتھوں مسلمانوں کا قتل، فحاشی اور لادینیت کی ترویج جیسے نقصانات شامل ہیں۔

امت ڈیڑھ سو سال سے انتشار کا شکار رہی ہے، جس کی وجہ سے استعمار جب اور جہاں چاہتا ہے مسلمانوں کی تضحیک کرتا ہے۔ قرآن مجید نے مسلمانوں کو اسی طرف تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا ہے۔

"وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَا تَنَازَعُوا فَتَفْشَلُوا وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ وَاصْبِرُوا إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ (۲۷)

اللہ اور اس کے رسول کی فرماں برداری کرتے رہو، آپس میں اختلاف نہ کرو ورنہ بزدل ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی اور صبر و رکھو یقیناً اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔"

جس طرح یہودیت میں مذہبی انتہاپسندی پائی جاتی ہے، اسی طرح مسلمانوں میں بھی انتہاپسند لوگ موجود ہیں۔ جو جبر اور تشدد کے ذریعے دین کا پیغام عام کرنا چاہتے ہیں۔ انہوں نے اسلام مقدس نظریہ جہاد کی دھجیاں اُڑادی ہیں۔ جب تک مسلمانوں کے تمام فرقے ان انتہا پسند گروہوں سے خود کو بری الذمہ قرار نہیں دیتے، تب تک بے گناہ انسانوں کا خون ان نام نہاد مسلمان دہشت گردوں کے ہاتھوں بہتا رہے گا اور ان دہشت گردوں کے خاتمے کے عنوان سے استعمار کے ہاتھوں انسانیت پامال ہوتی رہے گی۔ نیز اسلام کا مقدس نظریہ جہاد بھی دنیا کے سامنے بدنام ہوتا رہے گا۔

(۳/۴) مقدسات کی توہین

وحدت انسانی میں ایک اہم رکاوٹ مقدسات کی توہین ہے۔ بدقسمتی سے گزشتہ کچھ دہائیوں سے اس میں بے تحاشہ اضافہ ہوا۔ حالانکہ مذاہب ثلاثہ میں کسی بھی مذہب کی توہین کی اجازت نہیں ہے۔ جب تک عالمی سطح پر تمام مذاہب ایک دوسرے کے مقدسات کی توقیر نہیں کرتے ہیں، تب تک ان کے درمیان مکالمے کے صحیح نتائج حاصل نہیں کیے جاسکتے۔ دین و مذہب کے نام پر جب بھی کسی مذہب کے مقدسات کی توہین کی گئی ہے، اس سے انسانیت کو نقصان پہنچا ہے۔ مختلف تہذیبوں اور مذاہب کے درمیان ٹکراؤں کی بنیادی وجہ یہی بنی ہے کہ مذاہب کے ماننے والوں نے ایک دوسرے کے مقدسات کی توہین کی تو دوسری طرف طاقت کا بے تحاشہ استعمال کیا گیا ہے۔ بعض یورپین رائٹرز نے تہذیبوں کے درمیان ٹکراؤ کی وجوہات بیان کی ہیں۔ اس سلسلے میں سب سے زیادہ مشہور شخصیت سموئیل ہنگنگٹن کی ہے، جس نے اپنی کتاب The Clash between Civilizations میں تہذیبوں میں ٹکراؤ کی بنیادی وجہ انسانیت میں نظریاتی اور فکری اختلافات کو قرار دیا ہے جبکہ حقیقت اس کے برعکس ہے۔ تہذیبوں میں ٹکراؤ دنیا میں جابرانہ اور ظالمانہ روش حکمرانی اور مذاہب کے درمیان ایک دوسرے کے مقدسات اور نظریات کی پاسداری نہ کرنا ہے۔ مشرقی ممالک میں مقدسات کے توہین آمیز واقعات رونما ہوئے تو مغربی ممالک کی طرف سے طاقت کا بے جا استعمال کر کے دنیا کو عالمی جنگ میں جھونک دیا گیا ہے۔ حالیہ دنوں میں مغربی ممالک میں ایسے مقدسات کے مسلسل توہین آمیز واقعات رونما ہوئے، جن سے

انسانی وحدت کو بہت زیادہ نقصان پہنچا ہے۔ کچھ عرصہ پہلے رسول اکرم ﷺ کی شان میں توہین کی گئی ۔ بین الاقوامی طور پر آپ ﷺ کی شان کے خلاف کارٹونز بنانے کا مقابلہ کرایا گیا ہے۔ حالیہ دنوں میں ٹیری جونس (ایک امریکی پادری) نے مسلمانوں کی مقدس کتاب قرآن کو دنیا کے سامنے جلانے کی ناپاک کوشش کی۔ نہ صرف کتاب مقدس کی توہین کی بلکہ اسلام کے بنیادی نظریات کے خلاف توہین آمیز مظاہرے بھی کیے۔

(۴/۴) نسلی وقومی تعصّبات

بعثت رسول ﷺ کے بعد اسلام اتنی تیزی سے پھیلا کہ مختلف قومیت کے حامل لوگ مسلمان ہوگئے ، اسلام نے قومیتوں کی فوقیت کوختم کیا۔ پیغمبر اکرم ﷺ نے فرمایا۔

" الاَ فَضْلَ لِعَرَبِیٍّ عَلَی أَعْجَمِیٍّ وَلَا لِعَجَمِیٍّ عَلَی عَرَبِیٍّ وَلَا لِأَحْمَرَ عَلَی أَسْوَدَ وَلَا أَسْوَدَ عَلَی أَحْمَرَ اِلَّا بِالتَّقْوَی

کسی عربی کو عجمی پر اور کسی عجمی کو عربی پر اور کسی گورے کو کالے اور کسی کالے کو گورے پر کوئی فوقیت حاصل نہیں سوائے تقویٰ کے۔" (۲۸) قرآن میں ارشاد ہوا۔

" یَا أَیُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنَاکُمْ مِنْ ذَکَرٍ وَأُنْثَی وَجَعَلْنَاکُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا اِنَّ أَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاکُمْ اِنَّ اللَّهَ عَلِیمٌ خَبِیرٌ (۱۳)

اے لوگو! ہم نے تمہیں مرد اور عورت بنا کر پیدا کیا اور تمہیں خاندانوں اور قبائل میں قرار دیا تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان (معاشرہ سازی کر) سکو۔ بے شک شرف وفضیلت کا معیار تقویٰ ہے۔" (۲۹) یہ نہیں کہ تم عربی، فارسی، ترکی ہو، اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا ہے۔ ہمارے لئے یہ باعث افتخار نہیں کہ ہم کس نسل سے تعلق رکھتے ہیں بلکہ ہمارا افتخار خدا کی بندگی اور پیغمبر خدا ﷺ کی پیروی ہے۔ لیکن استعماری سازش کے تحت مسلمانان عالم نسلی تعصبات کے شکار ہیں۔ نسلی اختلافات کی وجہ سے مسلمانان عالم امت واحدہ کی حیثیت سے عملی مظاہرہ کرنے سے قاصر ہیں، اس لئے دشمنان اسلام جب اور جیسا چاہتے ہیں، مسلمانوں کے خلاف اقدامات کرتے ہیں۔ آج امت مسلمہ نسلی اور قومیائی تفریق کی شکار ہے۔ کہیں عرب وعجم کی لڑائی نظر آتی ہے تو کہیں سرحدوں کے

اختلافات عروج پر نظر آتے ہیں۔ فلسطین، عراق، کشمیر، پاکستان، افغانستان وغیرہ میں کوئی نہ کوئی مسئلہ وجہ اختلاف ہے، جس سے اسلام کے ماننے والوں کے درمیان اسلامی مساوات، عدل و انصاف اور انسانی وقار کا فقدان نظر آتا ہے۔

(۱) جغرافیائی اختلافات

مسلمانوں میں آپس میں نزاع اور اختلافات کی ایک وجہ جغرافیائی اختلافات ہیں۔ اسلام کے ابتدائی عرصے میں اسلامی ممالک اتنے زیادہ نہیں ہوا کرتے تھے۔ اب دنیا میں تقریباً ۵۹ سے زیادہ اسلامی ممالک موجود ہیں۔ موجودہ اسلامی ممالک میں سے اکثر کی سرحدیں برطانیہ نے کھینچی ہیں۔ یہ سرحدیں اس طرح بنائی گئیں کہ ان میں سے ہر ایک ملک میں جنگ کی چنگاری سلگ رہی ہے۔ مثلاً عرب کو چھ سے زیادہ ممالک میں بانٹ دیا گیا، فارس کے حصے بخیرے کیے گئے، برصغیر منقسم ہوا، سینکڑوں سرحدیں بنائی گئیں۔ آج ان تمام سرحدوں کا مطالعہ کیجئے جو اہل مغرب نے کھینچی ہیں۔ ان میں سے ہر ایک میں کسی نہر، دریا، پہاڑ وغیرہ پر اختلاف موجود ہے یہ بارود کا وہ انبار ہے جس سے جب چاہیں جنگ کی آگ بھڑکا سکتے ہیں۔

(۲) فرقہ وارانہ اختلافات

جغرافیائی اختلافات کے ساتھ ساتھ کلامی و فقہی لحاظ سے مسالک کے مابین فاصلے پیدا ہوئے ہیں۔ جس کے نتیجے میں مسلکی اختلافات کو تقویت ملی ہے۔ فی الحقیقت مسلمانوں کے درمیان اختلافات کی نوعیت اتنی شدید نہیں ہے، جتنی بیان کی جاتی ہے یا سمجھی جاتی ہے۔ نیز مسالک کے فقہاء اور قدیم زعماء کے درمیان اختلافات کی نوعیت علمی تھی، جسے ایک سوچی سمجھی سازش کے تحت عملی اختلافات کی شکل دی گئی۔ آج مسلمان فرقوں کے درمیان بعض ناعاقبت اندیش ایک دوسرے پر کفر کے فتوے صادر کرتے ہیں جبکہ مسلمانوں کے سب سے بڑے فقیہ حضرت ابوحنیفہ سب سے زیادہ تکفیر کے مخالف تھے۔ ان کی نگاہ میں اسلام میں داخل ہونے کا دروازہ بہت وسیع تھا لیکن باہر نکلنے کا راستہ نہایت تنگ تھا۔ ابوحنیفہ کلامی نکتہ نظر سے شہادتین کی بنیاد پر ایک شخص کو مسلمان مان لیتے ہیں۔ فقہاء اربعہ بالخصوص امام ابوحنیفہ اس طرز فکر کے خلاف تھے بلکہ ان کا کہنا تھا کہ افراد کے اعمال کے بارے میں کھوج لگانے کے لئے تفتیش و تحقیق نہ کرو کہ وہ مسلمان ہے یا کافر بلکہ ان کا دعویٰ مسلمان ہی

مسلمان ہونے کے لئے کافی ہے۔ فقہی اختلافات کی بنیاد پر اگر کفر کے فتوے لگنے لگے تو سمجھ لیجئے کہ مسلمانوں کی اکثریت کافر قرار پائے گی۔ لہٰذا فقہی اختلافات کو کفر و اسلام کا معیار قرار دینا، اسلام کے آفاقی اصولوں کے خلاف ہے۔ مسلمان کسی بھی فرقہ وفقہ سے ہو، وہ امت مسلمہ کا جزء لا ینفک ہے۔ البتہ اختلاف نظر موجود ہے۔ اس اختلافی نقطہ نظر کو امت کی وحدت کو تقسیم کرنے کا ذریعہ نہ بنایا جائے۔ اختلافی نظریات کو علمی سطح کے موضوعات قرار دے کر علمی نگاہ سے جائزہ لینا چاہئے۔ اہل علم لوگوں کے درمیان اس حوالے سے بلا کسی تعصب کے مکالمہ اور مباحثہ ہونے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ مسلمانوں میں وحدت کو مضبوط کرنے اور اختلافات کو محدود کرنے کے لئے ضروری ہے کہ علمی مباحثہ اور مکالمہ کیا جائے۔ فقہ وکلام کے بارے میں اہل علم اور طلباء کی بحث وتفحص کی حوصلہ افزائی ہونی چاہئے۔ یقیناً ان بحثوں سے فرقوں کے درمیان پائی جانے والی غلط فہمیاں دور کی جاسکتی ہیں اور اختلافات کو محدود سے محدود تر کیا جاسکتا ہے۔ بہرحال مسلمانوں میں اصولیات میں کوئی خاص اختلاف نظر نہیں آتا ہے۔ البتہ بعض اصولیات کی تشریحات میں اختلاف نظر آتا ہے لیکن یہ اختلاف فرقوں کا نہیں ہے بلکہ علماء کے مختلف نظریات ہیں، جن کو جان بوجھ کر فرقوں سے جوڑ دیا گیا ہے۔

اسلام سے وابستہ لوگوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ اسلام کی آفاقیت کو سمجھیں اور آپس کے فروعی اختلافات کو ترک کریں۔ اگر ایسا نہیں کریں گے تو استعمار جو مسلمانوں کے مقدسات کی بے حرمتی زور وشور سے کررہا ہے، اس میں مزید اضافہ ہوتا جائے گا۔ سیکولرازم اور لیبرل ازم کے نام سے لادینیت کو مسلم معاشروں میں ٹھونسنے کی کوشش ہورہی ہے اور سب سے بڑھ کر مسلمانوں کے اندر موجود اختلافات سے فائدہ اٹھا کر، انہیں ایک دوسرے کے خلاف منحوس جنگ میں جھونک دیا گیا ہے۔ اس ساری صورتحال کو پیش نظر رکھتے ہوئے مسلمانوں کو اپنے مستقبل کا اندازہ لگا لینا چاہئے۔ اس حوالے سے ہمیں دانشور مصلحین کی اسلامی تعلیمات کو صحیح طرح سے سمجھنا چاہئے، شیخ جمال الدین افغانی کے نظریہ ''پین اسلامزم'' کو زمین بوس کردیا اور انہیں صرف ایک سیاح کے طور پر مشہور کیا دوسری طرف علامہ اقبال کے نظریہ ''خودی'' پر عمل کرتے ہوئے مسلمان قوم کو دیگر اقوام کے مقابلے میں Empower کرنے کے بجائے اقبال کے نظریات کو صرف شعرو شاعری تک محدود کیا گیا۔ اسی طرح سے روح اللہ خمینی کا نظریہ ''وحدت انسانی'' کو فرقہ پرستی کی نظر کیا تو دوسری

طرف شیخ محمد شلتوت کا نظریہ ''فقہ مقارن'' پر کبھی ہم نے غور نہیں کیا۔ جس کی وجہ سے آج مسلمان زبوں حالی کا شکار ہیں اور اگر موجودہ دور میں بھی مسلمان اپنے درمیان وحدت اور اخوت پیدا نہیں کر سکے تو مسلمانوں کو مزید بھیانک نتائج کا سامنا کرنا پڑے گا۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ باہمی بقائے امن اور انسانیت کو امن وسکون و آشتی کی طرف لے جانے کی خاطر تینوں الہامی مذاہب (یہودیت، عیسائیت، اسلام) کو آپس میں الہامی تعلیمات کے حوالے سے مکالمہ اور بات چیت کرنا پڑے گا اور الہامی تعلیمات کے عنوان سے جو اشتراکات اور مماثلات ہیں اس کو اجاگر کرنا پڑے گا تاکہ انسانیت کو الہامی تعلیمات کے بنیادی اصول کی طرف پلٹایا جاسکے۔ قرآن کی روح سے اہل کتاب کو تین بنیادی اقدامات کرنے ہوں گے۔ ایمانیات کی اصلاح، عمل صالح اور انسانیت سے پیار۔

''اِنَّ الَّذِینَ آمَنُوا وَالَّذِینَ هَادُوا وَالنَّصَارٰی وَالصَّابِئِینَ مَنْ آمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ (۳۱)

جو ایمان لائے ہیں، (مسلمان) اور یہودی نصاریٰ اور صابئین (حضرت یحیٰ، حضرت نوح یا حضرت ابراہیم کے پیروکار) جو بھی خدا اور آخرت کے دن پر ایمان لائے اور عمل صالح بجالائے ان کی جزاواجران کے پروردگار کے ہاں مسلم ہے اور ان کے لئے کسی قسم کا خوف اور غم نہیں ہے اور ہر دین کے پیروکار جو اپنے عہد میں اپنی ذمہ داریاں ادا کرتے رہے ہیں ان کے لئے اجر ہے۔''
جب تک اہل کتاب بنیادی الہامی تعلیمات کی طرف رجوع نہیں کریں گے اس وقت تک ان کی بحیثیت الہامی مذہب قدر و قیمت برقرار نہیں رہے گی۔

''قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لَسْتُمْ عَلَى شَيْءٍ حَتَّى تُقِيمُوا التَّوْرَاةَ وَالْإِنْجِيلَ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْكُمْ مِنْ رَبِّكُمْ وَلَيَزِيدَنَّ كَثِيرًا مِنْهُمْ، مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ طُغْيَانًا وَكُفْرًا فَلَا تَأْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ (۳۲)

کہیے کہ اے اہل کتاب! تمہاری اس وقت تک کوئی قدر و قیمت نہیں جب تک تم تورات، انجیل اور جو کچھ پروردگار کی طرف سے تمہاری طرف نازل ہوا ہے اسے قائم اور برقرار نہ رکھو''

بہرحال انسانیت کی قدر و قیمت صرف اس وقت شمار ہوگی جب انسانیت الہامی تعلیمات کے مطابق عمل کرے۔ بلاتفریق الہامی تعلیمات کے مطابق معاشرے کو نیک اور صالح بنائے۔ ہر طرح کی دہشت گردی اور قتل و غارت گردی سے دوری اختیار کرے۔ یہودیت صہیونیت سے، عیسائیت امریکہ اور اس کے حواریین کی جارحیت سے اور مسلمان مذہبی انتہا پسندوں سے برائت اختیار کریں۔ جب تک مذہب ثلاثہ ایسا نہیں کرتے ہیں تب تک عالمی امن قائم کرنا محال ہوگا اور انسانیت بقائے باہمی امن کے ساتھ زندگی نہیں گزار سکیں گی۔

خلاصہ بحث:

۱ مذاہب ثلاثہ سے مراد تین الہامی مذاہب یہودیت، عیسائیت اور اسلام ہیں۔

۲ انسان روحانی تشفی اور تسکین کے لئے جن نظریات و افکار کو قبول کرتا ہے، اسے مذہب کا نام دیا جاسکتا ہے۔

۳۔ وہ مذاہب جو کسی نہ کسی طرح اپنے مذہب کو خالق کائنات سے منسلک کرتے ہیں، انہیں عام طور پر الہامی مذاہب کہا جاتا ہے۔

۴۔ الہامی مذاہب کے ماننے والے اگر کسی صحف سماوی کے بھی قائل ہوں تو انہیں عام طور پر اہل کتاب کہا جاتا ہے۔ یہودیت، عیسائیت اور اسلام تینوں اہل کتاب ہیں۔

۵ مختلف مذاہب کے درمیان جو مشترکات اور مماثلات ہیں، اس کو اُجاگر کرکے دنیا میں امن و آشتی کو فروغ کرنا۔

۶۔ مذاہب ثلاثہ Heavenly Religions ہیں۔ اس لئے ان تینوں کے درمیان مشترکات کی اصل روح کو بیدار کرکے ان کے درمیان موجود منبع حقیقت کا ادراک حاصل کرنا۔

۷۔ ایک اہم مقصد انسانی وحدت کی روح بیدار کرنا ہے۔

۸۔ مذاہب ثلاثہ میں عظمت، حریت اور تکریم انسانیت کی تعلیمات کا تقابلی جائزہ لینا۔ چونکہ مذاہب ثلاثہ میں انسان کی عظمت مسلمہ ہے۔ انسانی عظمت کی سب سے بڑی دلیل یہی ہے کہ خالق کائنات نے انسان کو زمین پر اپنا خلیفہ قرار دیا ہے۔ اسلام نے ایک انسان

کی عظمت و تکریم کو بغیر کسی تفریق کے خانہ کعبہ سے بھی زیادہ اہم قرار دیا ہے۔

۹۔ مذاہب ثلاثہ میں ہر انسان کو اپنی فکر اور عقیدہ کے اظہار کا حق حاصل ہے۔ البتہ اس کے کچھ قیود اور شرائط بھی بیان کئے جاتے، جس کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ آزادی کے نام پر کسی اور کی آزادی سلب نہ ہو جائے۔ تحقیق اور تنقید کا حق بھی ہر کسی کو حاصل ہے لیکن عقائد اور مقدسات پر تحقیق کی بنیاد پر توہین کرنے کا حق کسی کو حاصل نہیں ہے۔ کوئی بھی شخص آزادی اظہار رائے کے نام پر مقدسات اور اور عقائد کی توہین کرے تو یہ عمل آزادیِ اظہار کے برعکس ہوگا۔

۱۰۔ الہامی تعلیمات کے تناظر میں شخصی اور مذہبی آزادی کو اُجاگر کرنا۔

۱۱۔ جہاد شخصی آزادی کو سلب نہیں کرتا ہے۔ نیز جہاد بمعنی قتال کا حکم نہ صرف اسلام میں موجود ہے بلکہ یہودیت اور عیسائیت میں بھی یہ نظریہ کم و پیش موجود ہے۔

۱۲۔ مذاہب ثلاثہ کو اپنے اندر اتحاد اور وحدت پیدا کرنا ضروری ہے۔ حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ اور حضرت محمد ﷺ تینوں انبیاء کی تبلیغات کا بنیادی مقصد انسان کو تفرقہ بازی سے نجات دلانا تھا۔

۱۳۔ مذاہب ثلاثہ اپنے اندر انتہا پسندی اور تعصبات کو جگہ نہ دیں۔ دین کے نام پر چلنے والے انتہا پسند گروپوں کی حوصلہ شکنی کریں۔

☆ دور حاضر میں یہودیت کے اندر دنیا کے سب سے زیادہ شدت پسند گروہ موجود ہیں، جسے عام طور پر صہونیت کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ یقیناً وحدت انسانیت بالخصوص مسلمانوں اور یہودیت کے درمیان خلیج پیدا کرنا والا سب بڑا عامل صہونی تحریک ہے۔

☆ عیسائیت کو بھی انتہا پسندی اور متعصبانہ رویوں سے بری الذمہ ہونا پڑے گا۔

آج یورپی ممالک بالخصوص امریکہ کے ہاتھوں گزشتہ چند سالوں میں لاکھوں کی تعداد میں انسان لقمہ اجل بن چکے ہیں۔ امریکہ سمیت تمام یورپین ممالک کے حکمرانوں میں سے اکثریت کا تعلق مذہب عیسائیت سے ہے۔ جب تک ویٹیکن سٹی آفیشل طریقے سے اپنے کو اس جنگ سے جدا ہونے کا اعلان نہیں کرتی ہے، تب تک دنیا یہ تاثر لینے پر مجبور رہے گی کہ مذہب عیسائیت امریکہ کی پشت پنائی کر رہی ہے۔

☆ یہودیت اور عیسائیت کی طرح مسلمانوں میں بھی انتہاپسند گروہ موجود ہیں۔ جب تک مسلمانوں کے تمام فرقے ان انتہا پسند گروہوں سے خود کو بری الذمہ قرار نہیں دیتے، تب تک بے گناہ انسانوں کا خون ان نام نہاد مسلمان دہشت گردوں کے ہاتھوں میں بہتا رہے گا اور ان دہشت گردوں کے خاتمہ کے عنوان سے استعمار کے ہاتھوں بھی انسانیت پامال ہوتی رہے گی۔ نیز اسلام کا مقدس نظریہ جہاد بھی دنیا کے سامنے بدنام ہوتا رہے گا۔

۱۵۔ وحدت انسانی میں ایک اہم رکاوٹ مقدسات کی توہین ہے۔ حالانکہ مذاہب ثلاثہ میں کسی بھی مذہب کی توہین کی اجازت نہیں ہے۔ جب تک عالمی سطح پر تمام مذاہب ایک دوسرے کے مقدسات کی توقیر نہیں کرتے ہیں، تب تک ان کے درمیان مکالمے کے صحیح نتائج حاصل نہیں کیے جاسکتے ہیں۔

حوالہ جات

(1) Dr Hans Küng, a Professor of Ecumenical Theology and President of the Foundation for a Global Ethic.The United States Institute of Peace published works on interfaith dialogue and peace building [2][3] including a Special Report on Evaluating Interfaith Dialogue)

(2) مبارکپوری، صفی الرحمن، الرحیق المختوم، ص۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، المکتبۃ السلفیہ، شیش محل، لاہور

(3) الرحیق المختوم، ص۶۷۴۔۹۸۴،

(4) الحجرات ۴۹، آیت ۱۰

(5) الیونس ۱۰، آیت ۱۹

(6) بائبل، کتاب مقدسہ، نیا عہد نامہ، ص ۱۴۸، بائبل سوسائٹی انارکلی، لاہور

(7) الروم:۳۰ آیت ۲۲

(8) رسالۃ التقریب، رمضان و شوال ۱۴۲۰ھ،المجمع العالمی للتقریب بین المذاہب الاسلامیۃ،ص ۱۴۴،قم،ایران

(9) العمرآن:۳ آیت ۶۴

(10) البقرہ:۲ آیت ۳۰

(11) الاسراء:۱۷ آیت ۷۰

(12) الفاکھی،أبوعبداللہ محمد بن اسحاق بن العباس المکی (المتوفی: ۲۷۲ھ)، أخبار مکۃ فی قدیم الدہر وحدیثہ، ج ۲،ص ۲۷۸،المحقق: د۔عبدالملک عبداللہ دہیش، الناشر: دارخضر، بیروت، لطبعۃ: الثانیۃ،۱۴۱۴ھ

(13) رسالۃ التقریب، رمضان و شوال ۱۴۲۰ھ،المجمع العالمی للتقریب بین المذاہب الاسلامیۃ،ص ۱۴۳،قم،ایران

(14) ری شہری، میزان الحکمۃ، ج ۲، باب الحریہ، المکتبۃ الشاملۃ، CD

(15) ابن ابی الحدید،عبد الحمید، أبو حامد، عز الدین، تحقیق: محمد أبو الفضل ابراہیم، شرح نہج البلاغۃ، ج ۱۹،ص ۳۰۹،الناشر: داراحیاء الکتب العربیۃ عیسی البابی الحلبی وشرکاہ

(16) البقرہ:۲ آیت ۲۵۶

(17) مودودی، سید ابوالاعلیٰ، ترجمہ قرآن مجید،ص ۱۷۷، ادارہ ترجمان القرآن، لاہور، رجب المرجب ۱۴۲۵ھ ستمبر ۲۰۰۴ء

(18) الکھف:۱۸ آیت ۲۹

(19) لاری، سید مجتبیٰ موسوی، مغربی تمدن کی ایک جھلک، ص ۲۲۷، مترجم روشن علی، ناشر منصبیہ عربک کالج میرٹھ، دہلی، تاریخ ندارد

(20) The Flame of Islam, The Last Crudades، ہیرلڈیم، مترجم پروفیسر محمد یوسف عباسی، ص مقدماتی ابحاث، بک کارنر شوروم، جہلم، سن اشاعت ندار

(21) عہد نامہ عتیق (Old Testament) کتاب اِستثناء (Deuternomy)، قدیم عہد نامہ، ب۲۰، ص۱۸۵، بائبل سوسائٹی انارکلی، لاہور

(22) المظفر، ولی خان، مکالمہ بین المذاہب، ص۱۱۲، مکتبہ فاروقیہ شاہ فیصل کالونی، ۲۰۰۸، کراچی

(23) رشید احمد، پروفیسر، تاریخ مذاہب، ص۳۰۸، ناشر زمرد پبلی کیشنز، کوئٹہ، سن اشاعت ۲۰۰۵ء

(24) عثمانی، محمد تقی، عیسائیت کیا ہے، ص۳۶، ۳۷، دارالاشاعت، کراچی

(25) رسالہ "آذان" ص۱۹، رمضان ۱۴۲۹ھ۔۲۰۰۸ء، اسلام آباد

(26) تاریخ مذاہب، ص۲۸۷

(27) مجموعہ مقالات، مقالہ نگار عبدالجلیل جان، ص۱۱۴، خانہ فرہنگ جمہوری اسلامی ایران، کراچی

(28) الانفال:۸ آیت ۶۴

(29) أحمد بن حنبل أبو عبداللہ الشیبانی، مسند الامام أحمد بن حنبل، ص۴۱۱، ج۵، الناشر: مؤسسة قرطبة - القاهرة

(30) الحجرات:۴۹ آیت ۱۳

(31) بقرہ:۲ آیت ۶۲

(32) مائدہ:۵ آیت ۶۸ اور بقرہ:۲ آیت ۶۹